# دینی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

میری اور میرے رفقاء کی تعریف میں جو باتیں کہی گئیں اور سپاسنامہ پیش کیا گیا، میں سن رہا تھا، مجھے یہ خیال ہو رہا تھا کہ تعلق اور محبت یہ باتیں کہلوا رہی ہے، ورنہ حقیقت میں، میں ایک عام خادم علوم اسلامیہ کہا جاسکتا ہوں، اس لئے میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ایک مدت سے تدریس اور تعلیم کا کام کر رہا ہوں اور ظاہر ہے کہ جو بھی تعلیم و تدریس کا کام سر انجام دے گا، اس کے بہت سے شاگرد بن جائیں گے اور ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو فائدہ پہنچا ہو، یہ کوئی بڑی عظمت یا خصوصیت کی بات نہیں ہے۔

الحمدللہ بہت سے مدارس قائم اور وہاں لوگ درس و تدریس کا کام انجام دے رہے ہیں، ان سب کو یہ فضیلت حاصل ہے، باقی جہاں تک اس مدرسہ کا تعلق ہے تو یہ مولانا معین اللہ صاحب ندوی کی دل چسپی کا مرکز ہے، ان کا قائم کیا ہوا ہے اور مولانا مدظلہ سے میرا تعلق بہت زمانہ کا ہے، جس کو میں کہہ سکتا ہوں کہ شاید نصف صدی، اب ہو رہی ہے جب سے میرا ان سے تعلق ہے اور ایسا تعلق ہے جیسے خاندان کے دو افراد کا ہوتا ہے، مجھ سے وہ 8-9 سال بڑے ہیں، میرے لئے وہ بزرگ ہیں، لیکن میرا ان کا ساتھ خاصا رہا اور بے تکلفی بھی رہی اور خیالات میں، نظریات میں بڑی یکسانیت رہی تو ان کی ہر چیز سے مجھ کو تعلق ہے اور جو ان کے پیش نظر ہے اور جو مقصد ہے اس مقصد کو میں بہت عزیز سمجھتا ہوں اور وہ مقصد بہت صحیح مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان کو مسلمان بنایا جائے، اس لئے کہ مسلمان اپنے راستے سے بہت ہٹ گئے ہیں اور وہ نام کے مسلمان ہو کر رہ گئے ہیں اور ان کے ساتھ ان میں بڑا جذبہ فکر بھی نہیں، ان کے بعد آنے والی نسلیں نام کو بھی مسلمان رہ سکیں گی یا نہ رہ سکیں گی۔ مسلمان کھانے پینے میں لگے ہوئے ہیں، اپنے ذاتی اور دنیاوی منافع کے حصول میں سارا وقت صرف کرتے ہیں اور سارا اپنا ذہن اس میں لگائے ہوئے ہیں، ان کو اس بات کی فکر نہیں ہے کہ ان کے بچوں کا نتیجہ کیا نکلنے والا ہے اور بچے کیا ہونے والے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے جہاں کہیں غفلت کا بہت زیادہ وجود آپ کو

ملے گا وہاں نئی نسل کو آپ بالکل دین سے دور دیکھیں گے بلکہ بعض اوقات ان کو مسلمان سمجھنا اور ماننا بھی مشکل ہو رہا ہے اور اگر یہ بات بڑھتی چلی گئی اور چھا گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ آنے والی نسلیں مسلمان باقی نہ رہ جائیں گی، ان کو مسلمان باقی رکھنے کے لئے سب سے موثر ذریعہ اور کامیاب ذریعہ مدارس ہیں اور خاص طور پر یہ مکاتب اور ابتدائی تعلیم کے جو مدارس ہیں ان کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے، اگر مسلمانوں نے ان مدارس کی حفاظت کی اور ان کو فروغ دیا اور ان کو پھیلایا اور پھر ان کی حفاظت کی اور ان کو تقویت پہنچائی اور ان کو جاری رکھنے کے جو طریقے ہیں ان کو اختیار کیا تو ان شاء اللہ آنے والی نسلیں خاص حد تک محفوظ ہو جائیں گی اور وہ کم سے کم اتنا دین سے تعلق رکھنے والی ہوں گی جیسے آپ اور ہم رکھتے ہیں اور اگر ہم نے دلچسپی نہیں لی تو پھر خدا حافظ ہے، یعنی پھر نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمان رہیں گے یا نہیں۔ جانتے ہو جو لوگ اندر سے واقف ہیں جو اعداد و شمار دیکھتے ہیں، وہ بڑی تشویش میں مبتلا ہیں اور بہت پریشانی میں ہیں، اس خیال سے کہ جو صورت حال چل رہی ہے، اسلام دشمنی کی اور اسلام کے اثرات کو مٹانے کی اس صورتحال میں اگر مسلمانوں نے غفلت کی تو اسلام کے مٹ جانے کا خطرہ ہے اور کوئی ایسی بات نہیں ہے جو بالکل ناممکن ہو۔ آپ نے تقریر میں سنا ہوگا اندلس میں مسلمان ختم ہو گئے حالانکہ مسلمانوں نے اندلس میں سات سو سال تک حکومت کی بلکہ اس سے بھی زیادہ اور انہوں نے ایسے ایسے عظیم آثار چھوڑے ہیں کہ دنیا میں ان کی نظیر ملنا مشکل ہے، ایسی ایسی مسجدیں وہاں بنائیں کہ وہ اپنی حسن تعمیر کے لحاظ سے اور فنی خصوصیات سے بالکل نادر ہیں اور ابھی آثار موجود ہیں، مٹ نہیں سکے ہیں وہ آثار نمونہ ہیں لوگ دیکھتے ہیں اور عش عش کرتے ہیں۔ اس کے باوجود مسلمان وہاں نہیں رہ سکے اس لئے کہ انہوں نے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا تھا جس سے ان کی آئندہ نسلیں محفوظ ہو سکیں اور یہ حقیقت میں اس وقت ہوتی ہے کہ جب ہمیں دین کی غیرت ہو، احساس ہو، کم سے کم وہ احساس جو ہمیں اپنی اولاد کی اقتصادی کامیابی کے سلسلے میں ہوتا ہے کہ ہمارا لڑکا کیا کرے گا، کیسے کھائے گا، کیسے کمائے گا، کیسے رہے گا، اس کا کیا ہوگا؟ جس طرح ہمیں اس کی فکر ہوتی ہے اگر اسی طرح ہمیں اس دین کی، بقا کی فکر نہیں ہے تو اس کا دین باقی رہنا مشکل ہے، خاص طور پر جب دشمن طاقتیں لگی ہوئی ہوں، تب تو اور مشکل ہے اور خطرناک نتیجہ نکلنے کا خطرہ ہے اور وہ جلدی نکل آئے گا، اس لئے بھائی ان مدرسوں کی قدر کیجئے اور ان کو فروغ دیجئے اور اس پر اپنی فکر مندی اور اپنی توجہ کا ایک حصہ لگائیے، ان کے لئے کہ یہ کس کے لئے ہو رہا ہے کرنے والے صرف اپنی اولاد کے لئے نہیں کر رہے ہیں بلکہ آپ سب کی اولاد کے لئے کر رہے ہیں، یہ انتظامات سب کے لئے ہیں، آپ کے لئے ہیں، آپ کے دوستوں کے لئے ہیں، آپ کے بھائیوں اور عزیزوں کے لئے ہیں، آپ کے یہ ہمدرد کارکن اخلاص کا معاملہ کر رہے ہیں، ہمدردی کا معاملہ کر رہے ہیں، آپ ان کی ہمدردی نہ صرف قبول کیجئے بلکہ ان کی ہمدردی کی قدر کیجئے اور ان کی اس ہمدردی میں شریک ہو جائیے، اس لئے کہ معاملہ خود آپ کی ذات کا ہے، ایک باپ کیسے اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ جن چیزوں پر اس کا عقیدہ ہے اور جن چیزوں کو وہ قطعی اور صحیح سمجھتا ہے اور وہ اس کے نزدیک عزت اور

کامیابی کے اسباب میں ہے وہ چیزیں اس کی اولاد کو حاصل نہ ہوں اور اس کی اولاد کسی اور کی جھولی میں چلی جائے۔ بجائے آپ کی جھولی میں رہنے کے اور آپ کے خاندان کی جھولی میں رہنے کے اور آپ کے مذہب کی جھولی میں رہنے کے کسی اور مذہب کی جھولی میں چلی جائے کس طرح ایک باپ اس کو گوارا کر سکتا ہے؟

لیکن جو صورتحال ہمیں نظر آرہی ہے اس میں یہ ہو رہا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس کا احساس نہیں ہے اور ہم کو اپنے دین کی غیرت نہیں، اپنے مذہب کی غیرت نہیں اور اپنے آباء واجداد کے اس ورثہ کی غیرت نہیں جو ہم کو ملا ہے۔

تو بھائی اس ملک میں جہاں سیکولر حکومت قائم ہے، اگر آپ خود اپنی فکر نہیں کریں گے، اپنے مذہب کی بقا کی فکر نہیں کریں گے تو اس مذہب کو باقی رکھنے کے لئے کوئی دوسری طاقت موجود نہیں ہے، حکومت یا اکثریت سے آپ کو کوئی توقع نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کو اپنے فرض کے طور پر آپ کو کرنا چاہئے، وہ اس کو مٹانے کی کوشش کریں گے، اس لئے کہ وہ سیکولر ہیں اور دوسرے مذہب کے لوگ ہیں، لہٰذا آئندہ دین کی حفاظت ہم کو خود کرنی ہے اور ہم جس طرح دین سے تعلق رکھتے ہیں اگر دین سے وابستہ نہ ہوتے تو یہاں بیٹھے نہ ہوتے اور مسجدوں میں نہ آتے جتنا دین سے ہم کو تعلق ہے کیا یہ تعلق ہماری اولاد کو رہے گا یا نہیں، اس کو ہمیں سوچنا چاہئے۔ اگر اس کے لئے ہم کچھ کر سکتے ہیں تو کرنا چاہئے، اگر نہیں کریں گے تو اس کا مطلب ہے نہ دین کی غیرت ہے نہ اس دینی واخلاقی ورثہ کی غیرت ہے جو ہم کو اسلاف سے ملا ہے اور جب کوئی شخص اس طرح مدرسہ قائم کرتا ہے تو اس کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی نئی نسل دین سے آشنا رہے، دین پر قائم رہے، یہ لوگ اس کے لئے مدرسہ قائم کرتے ہیں، چندہ لاتے ہیں اور اس کے لئے محنت کرتے ہیں، وقت صرف کرتے ہیں تو آپ کا کم سے کم فریضہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ تعاون کریں اور ان جیسا کام اور زیادہ پھیلائیں اور عام کریں ان اداروں کی قدر کیجئے۔

مجھے مولانا معین اللہ صاحب ندوی نے حکم دیا ہے کہ میں یہاں حاضر ہوں میں ان کی اس محنت کی قدر میں یہاں حاضر ہوا، انہوں نے یہ باغ لگایا ہے۔ ان کے دل سے یہ بات لگی ہوئی ہے کہ یہ باغ ہرا بھرا رہے اور ترقی کرتا رہے ایک بڑا باغ ہمارے مولانا ابوالبرکات صاحب نے لگایا ہے اب اسی انداز میں اور ایک باغ یہ ہے، جو باغ بھی اس سلسلے میں لگایا جائے جس سے نئی نسل کو غذا پہنچے گی، جس سے آپ کی نئی نسل اپنے مذہب پر باقی رہے گی، اس باغ کی قدر کیجئے اور اس کی جو کچھ مدد کر سکتے ہیں مدد کیجئے، ان لوگوں کا ہاتھ بٹائیے، جو اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں اس لئے کہ وہ آپ کی خاطر یہ کوشش کر رہے ہیں، آپ کے ساتھ اخلاص میں، آپ کی محبت میں اور اس احساس میں جو کوشش کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ہم کو اپنا محاسبہ کرنا چاہئے، اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ یہ احساس ہم میں کتنا ہے اگر نہیں ہے تو کیوں نہیں؟ میں زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا، آپ نے بہت مفید تقاریر سنیں اس سے فائدہ اٹھائیں اور میں نے اسی روح کو مزید بیدار کرنے کے لئے چند الفاظ کہے ہیں، ان مدرسوں کی قدر کیجئے اور جتنے زیادہ یہ مدرسے قائم ہو سکیں کریں، میرے نزدیک تو ہر محلے میں ایک نہ ایک مکتب ایک نہ ایک ابتدائی مدرسہ ہونا چاہئے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپ بہت بڑا جامعہ قائم کریں وہ تو بہت باہمت لوگ ہیں، مولانا معین

اللہ صاحب اورابوالبرکات صاحب جیسے لوگ قائم کرتے ہیں لیکن آپ ابتدائی مدارس تو قائم کرسکتے ہیں۔ مکاتب قائم کرسکتے ہیں، ہر محلہ میں ایسے مکتب ہونے چاہئیں، ہر محلہ میں چھوٹے مدرسے ہونے چاہئیں، جن میں بچوں کی تعلیم ہوسکے، بچوں کو دین سکھایا جاسکے، باقی رہی دنیا تو وہ آپ سیکھ ہی لیں گے، راستے اس کے بہت کھلے ہوئے ہیں، اس کے تو بہت سے وسائل اور امکانات پائے جاتے ہیں لیکن یہ مدارس بہت کم ہیں اگر آپ نے فکر نہیں کی تو دین کا علم بچوں کو نہیں ہوسکے گا اور نہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام سے واقف ہوں گے اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے گا۔

خدانخواستہ ہم نے انہیں دینی علم نہ دیا تو کہیں گے کہ ہمارے ہاں فلاں عزیز کا نام ''محمد'' ہے، اس سے زیادہ نہیں جانیں گے، ان کو بتانا پڑے گا، اگر آپ نہیں بتاتے تو خدانخواستہ اسی طرح کے نتائج نکلیں گے جو میں نے آپ سے کہا، دین یوں ہی محض آسمان سے نہیں ٹپک پڑے گا، اللہ تعالیٰ کی سنت یہ نہیں ہے کہ دین آسمان سے ٹپک پڑے، اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنے دین کو بھیجا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ اس کو آپ پھیلائیں اور ایک جاننے والا دوسرے جاننے والے کو پہنچائے، اگر جاننے والا نہ جاننے والے کو پہنچائے گا تو نہیں پہنچے گا۔ اگر آپ کے بیٹے کو نہیں بتایا جائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے اور اللہ تعالیٰ کی کیا عظمت ہے اور کیا اس کی وحدانیت ہے تو بچہ نہیں جانے گا، چاہے آپ کو خوشی یا رنج ہو، بچہ نہیں جانے گا، بتانے پر جانے گا، کون بتائے گا؟ اگر مکتب نہ ہوئے یہ مدرسے نہ ہوئے اور یہ تعلیم کا سلسلہ نہ ہوا، چاہے صرف ابتدائی تعلیم ہو لیکن اس کا انتظام ضرور ہونا چاہئے، اگر آپ ابتدائی تعلیم کے مراکز قائم کر لیتے ہیں تو بہت بڑا فرض انجام پا جائے گا، بچے کے دل میں اسلام کی اور دین کی محبت پیدا ہو جائے گی، وہ اللہ اور رسول کے نام سے واقف ہو جائے گا وہ ضروری عقائد جان جائے گا، وہ ضروری اخلاق جو مسلمان کے اخلاق ہیں وہ تو اسے معلوم ہو جائیں گے۔ یہ بہت بڑی جیت ہے، بہت بڑی کامیابی ہے، لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب مکاتب قائم کئے جائیں گے، جہاں جا کر بچے سیکھیں اور پڑھ سکیں ورنہ محض تمنا سے یا خواہش سے یہ کام نہیں ہوگا۔

تو بھائیو! اس کی فکر کیجئے اور قدر کیجئے اس مدرسہ کی اور جو مدرسے بھی قائم ہیں، وہ بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں، آپ کی نئی نسلوں کے لئے یہ انتظام کر رہے ہیں، آپ ان کا ہاتھ بٹائیے اور خوش ہوئیے اور بڑی قیمتی چیز سمجھئے، اگر آپ قدر کریں گے تو قدر پر اللہ تعالیٰ مزید دیتا ہے۔ لئن شکر تم لأزید نکم ۔ فرمایا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم تمہیں اور زیادہ دیں گے، شکر کا مطلب کیا ہے؟ یہ کہ اس کی قدر کیجئے! قدر ہی شکر ہے جیسے کہ آپ کو کوئی ہدیہ ملے، آپ خوش ہو کر لیں اور کہیں کہ آپ کا شکریہ، آپ نے ہم کو ہماری بڑی ضرورت کی چیز عنایت فرمائی، ہم آپ کے بڑے شکر گزار ہیں اور اس کو لے کر بہت خوشی خوشی گھر جائیں گے تو معلوم ہوا کہ آپ نے قدر کی، اللہ تعالیٰ آپ کو دے رہا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ چیز حاصل ہو رہی ہے۔

☆......☆......☆